آرام وآسائش اوران کے ساتھ انتہائی عاجزی اور پیار کے برتاؤ کا حکم دیا ہے۔

{۲} ﴿قل مآأنفقتم من خير فللوالدين والأقربين واليتمٰى والمسٰكين وابن السبيل﴾ [البقرة ۲۱۵] ''آپ کہ دیجیے جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔'' اب جب گھر میں ہی ہر فرد ''میں'' کا ڈنکا بجائے۔ تو یہ حقوق کون اور کسے ادا کرے گا؟ اور والدین کے حقوق کی ادائیگی کا حکم بار بار ہو رہا ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہو گا جب رشتہ طے کرتے وقت صورت اور مال داری کے بجائے سیرت، پاکدامنی اور اخلاقیات کے معیار کو اپنی بہو کے لیے لازم بنائیں تا کہ حقوق کی ادائیگی کو لازم بنایا جا سکے۔

کر لے محاسبہ اپنا قبل کہ ہو محاسبہ تیرا　　　نہ ہو گا ، ہمنوا کوئی تو ہو گا تنہا و اکیلا

اولاد کے حقوق: ترمذی میں حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' اگر انصاف کا ترازو ٹھیک رہے تو گھر کے لڑائی جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں اور گھر جنت نظیر بن جاتا ہے۔

اولاد کا پہلا حق والدین پر یہ ہے کہ اسقاط حمل نہ کیا جائے۔ اسقاط قتل اولاد ہے۔ ﴿قد خسر الذين قتلوآ أولادهم سفها بغير علم﴾ [الانعام ۱۴۰] ''واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا۔'' صالحین کی اہل خانہ اور اولاد کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا یہ ہوتی ہے ﴿ربنا هب لنا من ازواجنا وذريتنا قرة أعين واجعلنا للمتقين إماماً﴾ [الفرقان ۷۴] ''اے ہمارے رب! تو ہمیں بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔'' یہ اس وقت ممکن ہو گا جب ہمارا قلبی لگاؤ قرآن اور فرمان رسول ﷺ سے ہو گا۔

اچھا عمل ہو گا تو تُو ہو گا جنت کا والی　　　ورنہ نارِ جہنم ہو گی ابد الاباد تیری ساتھی

طواف کی دعاؤں پر مشتمل کتابچے ضعیف ہیں

جن کتابوں میں طواف کے ہر چکر کے لیے مخصوص دعائیں ہیں، وہ معنوی طور پر بھی ضعیف ہیں اور ان میں سے بہت سی دعائیں صرف ہم وزن کرنے کے لیے ملائی گئی ہیں۔ ان پر غور کرنے سے نقص زیادہ اور فائدہ کم محسوس ہوتا ہے۔

لہٰذا طواف کرنے والوں کو قرآنی دعاؤں اور حدیث شریف میں ثابت اذکار کی پابندی کرنا چاہیے مثلاً ﴿ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الأخرة حسنة وقنا عذاب النار﴾، ﴿ربنا اغفر لي ولوالدي﴾ ''سبحان الله والحمد لله ولااله الا الله والله اكبر'' اور بکثرت لااله الا الله پڑھے۔ جو روزانہ کلمہ توحید ایک سو مرتبہ پڑھے تو اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، سو گناہ معاف ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی اور جمرات پر کنکریاں مارنا تو صرف اللہ کا ذکر قائم کرانے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔'' [الفرقان ۶۴۹ ص ۷]

صریر خامہ تبصرہ

نماز باجماعت کی اہمیت

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی- حفظه الله وجزاه خيراً كثيراً   تبصرہ نگار: مدیر التحریر

(ضخامت: ۳۰۲ صفحات) (قیمت: ۳۲۵ روپے) ملنے کے پتے: (۱) دار النور اسلام آباد، (۲) مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

عصر حاضر کے مایہ ناز عالم دین، داعی اور صاحب تحقیق مصنف جناب علامہ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی - حفظه الله - نے اس اہم ترین موضوع پر نہایت عرق ریزی سے یہ کتاب لاجواب تصنیف فرمائی ہے، جس میں قرآن مجید، صحیح احادیث نبویہ اور اسلاف امت سے لے کر ہم عصر علماء تک کے فرمودات اور سیرتوں کی روشنی میں نماز باجماعت کے فضائل، اس کی فرضیت اور پابندی کے عملی نمونے بڑی سلیقہ مندی اور خوبصورت ترتیب کے ساتھ پیش کیے ہیں اور ہر بحث کا اختتام خلاصہ نتائج پر کیا ہے۔

اس کتاب سے نماز کو باجماعت ادا کرنے کی ''فرضیت'' کا حکم ذہن میں راسخ ہو جاتا ہے۔ اور اس عظیم فریضے کی ادائیگی سے متعلق اسلاف امت کے شدید ترین اہتمام بلکہ جان کی بازی لگا دینے کی جستہ جستہ تاریخ بھی نگاہوں میں پھر جاتی ہے، جو ﴿صراط الذين أنعمت عليهم﴾ کا عکاس ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف کی اس زبردست دعوت الی اللہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس علم نافع کا صدقہ جاریہ تا قیامت جاری وساری رکھے۔ امت اسلامیہ کو تقلید کی قید بامشقت سے رہائی عطا کرے، بلاتعصب کتاب الٰہی وسنت نبوی کے مطابق شرعی احکام بجالانے کی توفیق نصیب کر کے اتفاق واتحاد کی نعمت سے سرفراز کرے۔ آمین

مالی استطاعت اور توفیق الٰہی سے حظ وافر رکھنے والے محسنین سے گزارش ہے کہ اس اہم ترین کتاب کو امت کے خاص وعام تک پھیلانے کے سلسلے میں تعاون فرمائیں۔ جزاكم الله خيراً

زیر تبصرہ کتاب کی خوبیاں ان گنت اور بے مثال ہیں؛ جن کا اندازہ کتاب کا دلچسپی سے مطالعہ کرنے والے اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔ '' سبحان من لا يسهو! '' دوران مطالعہ راقم ناچیز نے کچھ نکات نوٹ کر لیے ہیں۔ امید ہے کہ ان میں سے بعض درست ہوں گے، جن کے ذریعے کتاب کو مزید بہتر کرنے میں مدد ملے گی۔ اور بعض شاید خود تبصرہ نگار کی کج فہمی وکم علمی کے مظاہر ہوں گے؛ جن پر ان شاء الله واجب الاحترام مصنف اور دیگر اہل علم مدلل ومفصل انداز میں سرزنش کریں گے اور یہی چیز اس عاجز بندے کی نگاہ میں پدرانہ شفقت ہے، جو تربیت نفس اور اصلاح فکر کا ذریعہ بنے گی۔ جزاكم الله أحسن الجزاء

(۱) عمومی ملاحظات:

ملاحظہ نمبر ۱: کتاب میں نکات اور بیانات کی ترتیب کے لیے حروف ابجد خوب استعمال کیے گئے ہیں۔

❁ راقم کا خیال ہے کہ نکات زیادہ ہونے کی صورت میں ابجد کی جگہ کسی اور شکل میں اعداد (نمبر) ہی دیے جاتے تو تعداد کی بڑھوتری کا احساس نمایاں ہوتا۔

ملاحظہ نمبر۲: عبارت کے اندر خاص توجہ طلب الفاظ کو کونہ دار بریکٹ [ ] میں رکھا گیا ہے۔

❁ اس کے بجائے ایسے الفاظ کو ڈبل کوما " " میں محصور یا Bold کیا جاتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔

ملاحظہ نمبر۳: بعض طباعتی غلطیاں محسوس ہوئی ہیں، جو الگ ارسال کردی جارہی ہیں۔

(۲) خصوصی ملاحظات

ملاحظہ نمبر۱: **صفوں کی دائیں جانب کی فضیلت** (صفحہ ۶۰۔۶۲)

"**إن اللّٰه وملائكته يصلون على ميامن الصفوف**" اس حدیث سے امام ابن ماجہ، ابن حبان، نسائی اور علامہ عظیم آبادی رحمة الله عليهم وغیرہ نے صفوں کی دائیں جانب کی خاص فضیلت کا استدلال کیا ہے۔ اور واقعی یہ کوئی انوکھا استدلال نہیں؛ کیونکہ حدیث کے الفاظ عام ہیں۔

❁ راقم ناچیز کی رائے میں یہ فضیلت مسجد نبوی شریف کے ساتھ خاص ہونے کا قوی امکان ہے؛ اس بات کی ترجیح کے قرائن درج ذیل ہیں:

{۱} ﴿**ولقد علمنا المستقدمين منكم ولقد علمنا المستأخرين**﴾[الحجر ۲۴، جامع الترمذي التفسير سورة الحجر ح۳۱۲۲ وصححه الألباني في الصحيحة ۲۴۷۲ ورد على ابن كثيرؒ استغرابه] سبب نزول کی رو سے اس آیت میں اگلی صفوں کی فضیلت ہے، دائیں بائیں کا کوئی فرق نہیں۔

{۲} "**خير صفوف الرجال أولها وشرها آخرها**......"[مسلم الصلاة ح۱۳۲ عن ابی هريرة ﷛ ۴/۱۰۹]"**ولو يعلمون مافي الصف المقدم لاستهموا**"[بخاری باب ۷۳ الصف الأول ح۷۲۱ عن أبي هريرة ﷛]"**إن اللّٰه وملائكته يصلون على الصفوف الأول**"[ابوداؤد الصلاة باب ۹۴ ح ۶۶۴ عن البراء، النسائي الإمامة ۲/۹۰]"**كان يصلي على الصف الأول ثلاثا وعلى الثاني واحدة**"[النسائي الإمامة ۲/۹۳ عن العرباض ﷛] یہ احادیث مسجدوں میں صفوں کی فضیلت کو آگے سے شروع کرتی ہیں۔

{۳} رسول اللہ ﷺ نے بعض لوگوں میں مسجد کی پچھلی صفوں میں رہنے کی کوتاہی محسوس فرمائی تو ارشاد فرمایا: "آگے رہو اور میری اقتدا کرو اور تمہارے پیچھے والے تمہاری اقتدا کریں۔" **لايزال قوم يتأخرون حتى يؤخرهم الله**" [مسلم الصلاة ح۱۳۰ عن أبي سعيد ﷛ ۴/۱۵۸]

سنن ابی داؤد میں "في النار" کا لفظ بھی ہے۔ امام نوویؒ کہتے ہیں: جو قوم مسجد میں دیر سے آنے اور پیچھے رہنے

کی عادی ہو جائے تو اللہ انہیں اپنی رحمت، فضل عظیم، بلند مرتبے اور علم وغیرہ سے پیچھے ہی رکھے گا۔[المنهاج ٤/١٥٩]

دیکھیے رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی آخری صفوں میں رہنے کے رجحان کی مذمت میں دائیں بائیں کا کوئی فرق نہیں فرمایا ہے۔ حالانکہ پچھلی صفوں کی بھی آدھی تعداد دائیں طرف ہی ہوتی ہے۔

{۴} **قال عبداللہ بن مسعود ﷺ: "لایجعل أحدکم للشیطان شیئا من صلاته، یری حقاعلیه أن لاینصرف إلاعن یمینه، لقدرأیت النبی ﷺ کثیرا ینصرف عن یساره"** [بخاری الأذان باب ١٥٩ الانفتال عن الیمین والشمال ح٨٥٢] عبداللہ بن مسعود ﷺ نے نمازی کے دائیں طرف پلٹنے کے اہتمام اور مسجد کی بائیں جانب سے بے رغبتی کرنے کو "شیطان کے لیے حصہ مقرر کرنے" سے تعبیر کیا ہے۔

{۵} منبر نبوی سے بائیں طرف "**روضة من ریاض الجنة**" ہے۔ اس فضیلت کا تقاضا تھا کہ نمازی سب سے پہلے اس افضل جگہ کو پُر کریں، اس کے بعد صف اول کو دائیں طرف سے بھرنے لگیں۔ لیکن یہ "**أتموا الصف الأول ثم الذی یلیه**"[أبوداؤدالصلاة ٩٤ ح٦٧١ عن أنس ﷺ ، النسائی الإمامة باب الصف المؤخر ٢/٩٣] اور "**لیلنی منکم أولوالأحلام والنهی**" [مسلم الصلاة ح١٢٢ عن أبی مسعود، ح١٢٣ عن ابن مسعود ﷺ ٤/١٥٤-١٥٥] "وغیرہ پر عمل کرنے میں رکاوٹ بن سکتا تھا۔ اس ظاہری رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے اللہ پاک نے روضۃ الجنۃ کے بالمقابل دائیں طرف کو یہ شرف عطا فرما کر صفوں کے دائیں اور بائیں اطراف میں کسی حد تک مساوات قائم فرمایا۔ **واللہ أعلم**

بصورت دیگر تمام مساجد میں پہلی صفوں کے بعد بائیں طرف میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے درود سے محرومی اور صرف دائیں طرف میں اس سے فیض یابی ہو توان بیچاروں کو "**أتموا الصف الأول فالأول**" کی پاسداری کیسے گوارا ہوگی؟! واللہ اعلم

ملاحظہ نمبر۲: **پچیس اور ستائیس گنا ثواب کی حدیثوں میں تطبیق**: "شاید بہترین بات یہ ہے: یہ فرق ان کی نمازوں کی کیفیت، خشوع وخضوع، توجہ ودلجمعی میں تفاوت کی بنا پر ہوتا ہے۔" واللہ اعلم (ص ٦٦-٦٧)

❁ راقم الحروف کو تطبیق میں امام نووی کا پیش کردہ دوسرا قول زیادہ مناسب لگتا ہے: "پہلے اللہ پاک نے کم مقدار کی خبر دی، پھر زیادہ فضل فرما کر مطلع کیا۔" [المنهاج شرح مسلم المساجد ح٢٤٤ ٥/١٥١]

اس فرق کو رحمۃ للعالمین ﷺ کی "شفقت بھری دعاؤں کا ثمرہ" قرار دینا زیادہ مناسب ہے۔ واللہ أعلم۔ اس ترجیح کی تفصیل درسِ حدیث میں گزر چکی ہے۔

❁ پھر کیفیت، خشوع وخضوع اور توجہ ودلجمعی میں کمی بیشی کی بنیاد پر اجر وثواب میں واقع ہونے والا فرق صرف پچیس اور

ستائیس کا نہیں؛ بلکہ یہ تو نماز کی روح ہے۔لہٰذا اس کی کمی بیشی کا فرق بہت زیادہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:"**إن الرجل لینصرف وما کتب له إلا عشر صلاته تسعها ثمنها سبعها سدسها خمسها ربعها ثلثها نصفها**" [أبوداؤد الصلاة باب ۱۲۸ فی نقصان الصلاة ح۷۹۶ عن عمار بن یاسرؓ وجوّده الألبانیؒ] "یقیناً آدمی نماز سے فارغ تو ہو جاتا ہے؛ حالانکہ اس کے لیے نماز کے اجر میں سے صرف دسواں، نواں، آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی، آدھا حصہ درج کیا جاتا ہے۔"

ملاحظہ نمبر۳: سات عذر پیش کیے جانے کے باوجود ترک جماعت کی اجازت نہ ملنا۔

حضرت ابن ام مکتومؓ کو سات عذر درپیش تھے: (۱) نابینا ہونا (۲) گھر کا دور ہونا (۳) راستے میں بکثرت درخت ہونا (۴) مناسب رہنما کا نہ ہونا (۵) زہریلے کیڑوں اور درندوں کی کثرت (۶) بڑھاپا (۷) کمزوری۔ ان تمام عذروں کو مسترد کر کے آپ ﷺ کو "**فأجب، فأتها، فحیّ هلا**" فرما کر جماعت میں حاضری فرض کر دی اور گھر میں نماز پڑھنے کی بالکل اجازت نہ دی۔ (صفحہ ۱۱۱-۱۱۹)

❁ عتبان بن مالک انصاری بدریؓ اپنی قوم کی مسجد کے امام تھے۔ انہوں نے عرض کیا: میری نظر کمزور ہو گئی ہے، اب بارش سے وادی بہنے لگتی ہے تو میں مسجد تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا آپ میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھیے تاکہ میں اسے نماز کے لیے خاص کروں۔ دوسرے دن رسول اللہ ﷺ اپنے صدیقؓ کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی نامزد کردہ جگہ پر دو رکعت نماز باجماعت ادا فرمائی۔" [دیکھیے: بخاری الصلاة باب ۴۶ ح ۴۲۵]

یہ حدیث صحیح بخاری میں بارہ جگہوں پر آئی ہے اور حدیث ۴۲۵، ۶۶۷، ۸۴۰، ۱۱۸۶ اور ۵۴۰۱ میں عتبانؓ کے عذر آئے ہیں: (۱) نظر کمزور ہو گئی ہے۔ (۲) بارش کے وقت وادی بہنے کی وجہ سے مسجد میں پہنچنا دشوار ہے۔

پھر صرف ان دو عذروں کی بنا پر نہ صرف انہیں گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا کی، بلکہ ان کے دولت کدے میں تشریف لے جا کر برکت کے لیے وہاں نماز بھی پڑھ لی۔

لہٰذا سات کے بجائے صرف ایک دو شرعی عذر والوں کے لیے بھی گھر میں نماز ادا کرنا جائز ہے۔ نیز ان حدیثوں سے بھی اس قول کو تقویت حاصل ہوتی ہے:

۱۔ "**من سمع النداء فلم یأته فلا صلاة له إلا من عذر**" (صفحہ ۱۲۴)

یہ حدیث عذر والوں کی نماز بغیر جماعت کے درست ہونے میں نص صریح ہے۔

۲۔ "**إذا مرض العبد أو سافر کتب له مثل ما کان یعمل مقیما صحیحا**" [بخاری الجهاد باب ۱۳۴ ح ۲۹۹۶ عن أبی موسیٰؓ] "جب بندہ بیمار ہو جائے یا سفر میں ہو تو اس کے لیے اسی طرح کا عمل لکھا جاتا ہے جس طرح وہ حالت اقامت اور تندرستی میں انجام دیا کرتا تھا۔"